بحث و نظر

سلسلہ نمبر 2

جناب مفتی مختار اللہ جہانگیروی حقانی
مدرس دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

اختلافِ مطالع کے اعتبار و عدم اعتبار کی تحقیق

(قسط نمبر 4)

(۸)۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا جواب: جب ان سے حدیث کریبؒ سے استدلال کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؒ نے جواب دیا کہ قائلین باعتبار اختلاف مطالع نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے اور حدیث اس کو متحمل ضرور ہے لیکن نافین اعتبار اختلاف مطالع اس کا وہ جواب دے سکتے ہیں جو امام نوویؒ نے اس حدیث کے ذیل میں بعض شافعیہ سے نقل کیا ہے۔ وقال بعض اصحابنا تعم ابن عباس بخیر کریبؒ لانه شهادة فلا یثبت بواحد اور حدیث اس کو بھی متحمل ہے تو فاذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال اسی طرح هکذا امرنا رسول الله ﷺ میں دونوں احتمال ہیں۔ (امداد الفتاوی ۲/۱۰۹)

حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو اس مشہور قاعدہ سے رد فرمایا کہ جب کوئی نص کئی احتمالات کو متحمل ہو اور وہ احتمالات باہمی متعارض ہوں تو اس سے استدلال باطل ہو جاتا ہے۔ چونکہ یہاں بھی دونوں جگہ (شهادة کریبؒ کو رد کرنا اور هکذا امرنا رسول اللہ ﷺ) دو دو احتمالات ہیں اسلئے یہ بھی ناقابل استدلال ہے۔

(۹)۔ شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ نے امام ابو جعفر الطحاوی صاحبؒ کا ایک جواب نقل کیا ہے کہ "واجاب الطحاوی فی مشکله عن حدیث کریب بانه کان قدفات وقت استعمال الصیام بتلک الرؤیة" (اوجز المسالک ۳/۷) ترجمہ: امام ابو جعفر طحاویؒ نے مشکل الآثار میں حدیث کریب کا یہ جواب دیا ہے کہ اس رؤیت سے روزے کے نفاذ کا وقت ختم ہو چکا تھا، اسلئے حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے حضرت کریبؒ کی شہادت کو قبول نہ کیا۔

(۱۰)۔ علامہ خلیل احمد السھارنپوریؒ مذکورہ حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں:

"قلت ویمکن ان یقال ان ابن عباسؓ لم یقبل هذه الشهادة لانهافات حملها فاذاقبل هذه الشهادة کانه ویقبل علی الافطارولایقبل شهادة الواحدعلی الفطر" (بذل المجهود : ۳/۱۴۴) (ترجمہ) میں کہتا ہوں ممکن ہے کہ یہ کہا جائے کہ بیشک عبداللہ بن عباسؓ نے اس شہادت کو قبول نہیں کیا اسلئے کہ اسکا محمل ختم ہو چکا تھا اور اگر اس شہادۃ قبول فرماتے تو یہ ایسا ہوتا کہ گویا آپؓ نے افطار کرنے پر قبول کر لیا جبکہ ایک شخص کی گواہی افطار (عید) کیلئے نا قابل قبول ہے۔

(۱۱)۔ محدث الکبیر علامہ محمد یوسف البنوریؒ حدیث بالا کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ یہ حدیث اختلاف مطالع کو اعتبار دینے والوں کا متدل جیسا کہ علامہ زیلعیؒ نے ذکر کیا ہے جبکہ یہ حدیث متون کے مسئلہ کے مخالف ہے تو اس کا جواب یہ دیا جائیگا "بانه لادلیل فیه لأنه لم یشهدعلی شهادة غیره ولاعلی حکم الحاکم ولئن سلم فلانه لم یأت بلفظ الشهادة ولئن سلم فهو واحد لایثبت بشهادته وجوب القضاء علی القاضی کمااجاب عنه ابن الهمام فی الفتح وابن نجیم فی البحربلفظه ذکرتُ" (ترجمہ : اس میں کوئی دلیل نہیں اس لئے کہ آپؓ نے نہ غیر کی گواہی پر گواہی دی اور نہ حاکم کے حکم پر گواہی دی اور اگر تسلیم کیا جائے تو انہوں نے اسمیں لفظ شہادۃ سے شہادۃ نہیں دی اور اگر اسکو بھی تسلیم کر لیا جائے تو آپ اکیلے ہیں اور ایک شخص کی گواہی سے قاضی پر حکم صادر کرنا واجب نہیں ہوتا، اسی طرح ابن ہمام نے فتح میں جواب دیا ہے اور ابن نجیم نے بحر میں اور انہی الفاظ سے میں نے ذکر کیا۔ ان جوابات سے اچھی طرح یہ بات عیاں ہوئی کہ اس روایت سے استدلال کر کے اختلاف مطالع اعتبار کو ثابت کرنا کچھ بعید از انصاف معلوم ہوتا ہے۔

(۲)۔ دوسرا استدلال علامہ ابن رشد اندلسی کے فرمان سے ہے : چنانچہ آپؒ فرماتے ہیں :
"اجمعواعلی انه لایراعی ذلک فی البلدان النائیة کالاندلس والحجاز" (بدایة المجتهد ۱/۲۷۸) (ترجمہ : اس پر تمام متفق ہیں کہ دور دراز مسافت پر واقع شہروں میں جیسے کہ حجاز اور اندلس ہیں ایک جگہ کا حکم رؤیت دوسری جگہ نہیں لگایا جائے گا۔

(۳)۔ تیسرا استدلال حافظ ابن عبدالبر کے قول کرتے ہیں : "اجمعوا علی انه لایراعی

لرویۃ فیما بعد من البلدان کخراسان واندلس "(فتح الباری ۴/ ۱۰۵ اوجز المسالک ۳/ ۶)

ترجمہ :اس پر سب کا اجماع ہے کہ جن شہروں میں اتنی دوری ہو جیسے خراسان اور اندلس تو وہاں یک شہر کی رؤیت کا دوسرے شہر میں رعایت (قبول) نہ کی جائے گی۔ ان دونوں محققین ائمہ کے ان عبارات سے اختلاف مطالع کو اعتبار دینے پر استدلال کیا جاتا ہے۔ جو بظاہر معلوم ہوتا ہے۔

الجواب : مگر ان ائمہ کرام کے اس دعویٰ میں دو احتمالات ہیں : (۱)۔ اجماع سے مراد تمام امت کا اجماع مراد ہے تو اس کو علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے چیلنج کیا ہے اور کہا کہ اجماع کی حکایت غلط ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ تمام امت کا اختلاف مطالع کے اعتبار سے اجماع کا دعویٰ کرنا حق سے آنکھیں بند کرنے کے مترادف ہے۔ جیسا کہ ماقبل صفحات سے معلوم ہوا ہوگا۔

(۲)۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ اس اجماع سے مذہب مالکیۃ کے ائمہ اور فقہاء کا اجماع مراد ہے، جو علامہ ابن رشدؒ کے کلام کے سیاق و سباق سے پتہ چلتا ہے اور اسی کو علامہ عثمانیؒ نے فتح الملہم ۳/ ۱۱۳ میں اور علامہ محمد برھان الدین سنبھلی نے رؤیت ہلال کا مسئلہ عصر حاضر کے وسائل اور ترقیات کی روشنی میں ص ۱۳۰ پر ترجیح دیا ہے۔ مگر اس احتمال والی اجماع کا دعویٰ کرنا بھی بعید ہے اس لئے ماقبل صفحات میں مذہب مالکی کا مفتی بہ قول جو علامہ ابو البرکات احمد بن محمد المالکی کی کتاب شرح صغیر ۱/ ۶۸۴ اور خود حافظ ابن عبد البر القرطبی کی کتاب الکافی : ۱/ ۲۹۱ اور حافظ ابن حجر کی شہر آفاق کتاب فتح الباری ۴/ ۱۲۳ دور حاضر کے محقق شیخ وھبہ الزحیلی کی الفقہ الاسلامی وادلتہ ۲/ ۶۰۶ کے حوالہ ذکر ہوا کہ مالکیۃ کی مفتی بہ رائے اختلاف مطالع کے عدم اعتبار کا ہے' جو اس اجماع کی تردید کرتا ہے بلکہ اگر یوں کہا جاتا کہ مالکیۃ کا اجماع اختلاف مطالع کے عدم اعتبار پر ہے تو مناسب ہوگا۔ لہذا علامہ ابن رشد اور حافظ ابن عبد البر کے اس دعویٰ اجماع کو مستدل بناء کر پیش کرنا مناسب معلوم نہیں ہوتا۔

(۴)۔ چوتھا استدلال علامہ ابو بکر الکاسانیؒ کی اس تفصیل سے دلیل پکڑتے ہیں جو انہوں نے تحریر فرمائی ہے کہ اگر کسی شہر کے لوگوں نے تیس روزے رکھے اور دوسرے شہر کے لوگوں نے ۲۹ روزے رکھے اگر پہلے شہر میں یقینی ذریعہ سے رؤیت متحقق ہو جانے کی بناء پر روزے رکھے گئے ہیں

تب تو دوسرے شہر کے لوگوں کو ایک روزہ قضا کا ضرور رکھنا چاہئیے، اس لئے کہ ان لوگوں نے رمضان میں (پہلے دن کا) ایک روزہ نہیں رکھا، کیوں کہ رمضان کی آمد ہو چکی تھی پہلے شہر میں رؤیت ہو جانے کی بناپر اور دوسرے شہر میں چاند نظر نہ آنے سے حکم میں کوئی فرق نہیں ہو گا اس لئے کہ کسی جگہ عدم رؤیت سے اسکی نفی نہیں ہو جاتی لیکن یہ اس وقت "اذاکان المسافة بین البلدتین قریبة لاتختلف فیها المطالع فامااذاکانت بعیدة فلایلزم احدالبلدتین حکم الاخرلان مطالع البلاد عندالمسافة الفاحشة تختلف فیعتبر فی اهل کل بلدٍ مطالع بلادهم دون الاخر" (بدائع الصنائع ۲/۸۲)

ترجمہ: جب دونوں شہروں کے درمیان زیادہ فاصلہ نہ ہوبلکہ دونوں شہر اتنے قریب ہوں کہ مطلع نہ بدل جاتا ہو اور اگر دونوں شہروں میں فاصلہ زیادہ ہو تو یہاں کا حکم وہاں نافذ ہونا ضروری نہیں ہو گا اس لئے کہ طویل مسافت پر شہروں کے مطالع بدل جاتے ہیں۔ چنانچہ ہر جگہ اسی مقام کے مطلع کا اعتبار ہو گا، دوسری جگہ کا نہیں۔ قلتُ ظاہری طور پر واقعی اختلاف مطالع کے اعتبار دینے کی تائید کرتی ہے مگر غور وفکر کے ساتھ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اعتبار دینے یا نہ دینے کی کوئی بات نہیں کی۔ چنانچہ محقق العصر مولانا مفتی رشید احمد صاحب مد ظلہ فرماتے ہیں: "بدائع کی پوری عبادت پر غور کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ یہاں اختلاف مطالع کے اعتبار یا عدم اعتبار کا بیان مقصود نہیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ اگر دو شہر آپس میں اتنے قریب ہوں کہ ان میں اختلاف مطالع کا کوئی امکان نہ ہو تو یہ دونوں ایک ہی شہر کے حکم میں ہوں گے، یعنی ایک شہر میں ثبوت رؤیت کی خبر دوسرے شہر والوں پر حجت ملزمہ ہو گی۔ وہاں کسی علیحدہ حجت کی ضرورت نہیں، جیساکہ ایک شہر میں ثبوت رؤیت کی خبر اس کے تمام حصوں پر بلکہ شہر کے مضافات پر بھی حجت ملزمہ ہوتی ہے۔ اس کے برعکس اگر دو شہروں کا مطلع مختلف ہے تو اگرچہ یہ اختلاف مطالع عندالاحناف ظاہر الروایۃ پر معتبر نہیں مگر ایک شہر میں ثبوت کی خبر دوسرے شہر والوں پر حجت ملزمہ نہ ہو گی بلکہ ان کیلئے مستقل حجت (شهادة علی الشهادة یاشهادة علی القضاء یااستفاضه) ضروری ہے غرض یہ کہ بدائع کی عبارت سے تو بلدان نائیۃ (بعید) صرف اختلاف مطالع کا تحقیق

ثابت ہوا جو بدیھی اور مشاھد و مسلم ہے کوئی عامی بھی اس سے انکار کی جرأت نہیں کر سکتا، کلام تو اس میں ہے کہ یہ اختلاف مطالع جو مشاھد و مسلم ہے ثبوت رمضان میں شرعاً معتبر بھی ہے یا نہیں؟ بدائع کی عبارت یہ مفہوم بالکل واضح ہے، علاوہ ازیں صاحب بدائع کا بلدان قریبۃ میں شھادۃ علی الشھادۃ وغیرہ کی شرط نہ لگانا نیز اعتبار مطالع میں اختلاف مشہور اور ظاہر الروایۃ میں عدم اعتبار مزبور ہونے کے باوجود اس سے مکمل سکوت اختیار کرنا اور ابو عبداللہ بن ابی موسیٰ الضریز کے فتویٰ سے استشھاد بین (واضح) دلیل ہے کہ یہاں ہلال رمضان میں اختلاف مطالع کے اعتبار یا عدم اعتبار کا مسئلہ بیان کرنا مقصود نہیں۔ (احسن الفتاوی ۴/۴۶۹)

مفتی صاحب کا یہ جواب واقعتاً صحیح اور درست ہے اس لئے علامہ کاسانیؒ کا اعتبار دینے یا نہ دینے میں ساکت رہنا اس بات کی وضاحت کرتی ہے کہ اس عبارت سے اعتبار کیلئے حجت لینا مناسب نہیں۔

(۵)۔ پانچواں دلیل مولانا عبدالحیٔؒ کا فتویٰ جو مجموعۃ الفتاویٰ مذکور ہے کہ اور محققین حنفیۃ کے نزدیک یہ ہے کہ جن شہروں میں ایک مہینہ کی مسافت ہو ان میں اختلاف مطالع معتبر ہے اور جن میں اس سے کم فاصلہ ہو ان میں اختلاف مطالع معتبر نہیں۔ (مجموعۃ الفتاوی اردو ا/۳۵۳)

الجواب: علامہ عبدالحیٔؒ لکھنوی کے اصل فارسی فتاویٰ میں اس بارے میں مختلف فتاوی منقول ہے۔ اول اور دوم جلدوں میں واقعتاً ایسا ہی فتاوی ذکر ہیں، لیکن آخری جلد سوم میں اس کے خلاف فتویٰ موجود ہے کہ اختلاف مطالع معتبر نیست و حکم یکجا مفید حکم بجائے دیگر میشود اگر خبر رؤیت ہلال مشہر شود و انتشار پزیرد (مجموعۃ الفتاوی ۳/۷۰)۔ کہ اختلاف مطالع کا کوئی اعتبار نہیں ایک جگہ کا حکم دوسری جگہ مفید ہے اگر یہ رؤیت کی خبر مشہور ہو جائے۔ علامہ صاحب کا یہ فتویٰ ان فتویٰ سے مختلف ہے۔ گویا ممکن ہے کہ انہوں نے بعد میں رجوع کر کے اس رائے کو اختیار کیا اور اسکی وجہ مفتی رشید احمد رحمہ اللہ یہ بیان کی ہے کہ مجموعۃ الفتاویٰ میں اختلاف مطالع کا مسئلہ متعدد جگہ آیا ہے جو مختلف تاریخوں میں لکھا گیا ہے۔ جلد اول / ۷۷ مورخہ ربیع الاول ۱۲۸۸ء اور صفحہ ۳۷۸ مورخہ شوال ۱۲۹۷ جلد دوم مورخہ شوال ۱۲۹۸ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جلد اول پہلے ہے اور جلد دوم اس کے بعد تو ظاہری بات ہے کہ جلد سوم بھی ان دونوں جلدوں کے بعد مرتب ہوئی ہے

لہذا یہ آپکا آخری فتویٰ ہے۔ جو آپ کے اول فتاویٰ سے رجوع ثابت کرتی ہے۔

(۶)۔ چھٹا دلیل حضرت مفتی اعظم محمد شفیعؒ اور علامہ محمد یوسف البنوری کے فتویٰ اور اقوال استدلال کرتے ہیں۔ مگر ان حضرات نے بھی آخر میں رجوع فرمایا تھا۔ چنانچہ مفتی رشید احمد صاحب اس بارے میں فرماتے ہیں: مندرجہ بالا تحریر کے بعد ۱۳۔ شوال ۱۳۸۶ھ میں حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی، حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ، حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ اور بندہ کے اتفاق رائے سے اختلاف مطالع کو غیر معتبر قرار دے کر پورے ملک میں تنفیذ حکم کے چند تجاویز حکومت بھیجی گئی تھیں الخ۔ (احسن الفتاویٰ ۴/۴۸۴)

(۷)۔ ساتواں دلیل: ان دلائل کے علاوہ ایک قیاسی دلیل سے بھی استدلال کرتے ہیں کہ نماز ایک حکم شرعی ہے اور اس کا تعلق اوقات سے ہے اور ہر ملک و شہر کے لئے اپنا الگ الگ وقت ہے تو اسی طرح رمضان کا تعلق بھی رؤیت سے اور ہر ایک شہر والوں کیلئے اپنا الگ الگ رؤیت ہونا چاہئیے۔

الجواب: اس قیاس کے بارے میں (۱) علامہ محمد ابوالحسن صاحب تنظیم الاشتات فرماتے ہیں: "کہ اوقات صلوۃ پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے کیونکہ رؤیت ہلال میں تو تقدیم و تاخیر ہو سکتی ہے۔ بخلاف اوقات صلوۃ۔ (تنظیم الاشتات۔ ۱/۴۱) (۲) علامہ ابن ہمامؒ اس قیاسی دلیل کے جواب میں لکھتے ہیں: "وجه الاول عموم الخطاب فی قوله صوموامعلقاً بمطلق الرؤیة فی قوله لرؤیته وبرؤیة قوم یصدق اسم الرؤیة فیثبت ماتعلق به من عموم الحکم فیعم الوجوب بخلاف الزوال والغروب فانه لم یثبت تعلق عموم الوجوب بمطلق مسماه فی خطاب الشارع (فتح القدیر: ۲/۲۴۲)۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کے قول صوموا میں خطاب عمومی ہے جو مطلق رؤیت سے متعلق ہے تو ایک قوم کی رؤیت پر رؤیت کا اسم صادق آئے گا۔ پس اس سے عموم حکم ثابت ہو جائے گا جسکی وجہ سے وجوب میں بھی عموم ہوگا۔ بخلاف زوال و غروب کے کہ نفس نام سے عموم وجوب کا تعلق شارع اصل کے کلام سے ثابت نہیں، لہذا ان جوابات سے وضاحت کے ساتھ پتہ چلا کہ اختلاف مطالع کو اعتبار دینے کے جو عبارات و نصوص ذکر کیے جاتے ہیں ان سے استدلال مناسب نہیں، بلکہ یہ بھی معلوم ہوا کہ اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں ایک جگہ کی رؤیت دوسری جگہ کیلئے مثبت حکم ہے بشرطیکہ یہ خبر وہاں طرق شرعی سے پہنچ جائے۔ (جاری ہے)